

بَابُ ۱۵۱

پہلا محاضرہ علمیہ

بر موضوع



پیش کردہ

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالپوری

استاذ حدیث و فقہ دارالعلوم دیوبند

فہرست مضامین

صفحہ		صفحہ	
	ندوة العلماء کے بعد اکابر علماء دیوبند	۶	ادیان سابقہ اور دین اسلام میں فرق
۱۸	پر نظر عنایت	۷	رسوم و بدعات رائج ہونے کے اسباب
۱۹	صرف نظر کا فیصلہ		دارالعلوم دیوبند کے قیام سے پہلے
	خاں صاحب کی فریب کاری اور	۹	رسوم و بدعات کی اصلاح کے سلسلہ
۲۰	حسام الحسین کا فتہ		میں کام کرنے والے ممتاز حضرات
	اکابر علماء دیوبند کا مدافعت اور	۱۱	تقویہ الایمان کے خلاف پروپیگنڈہ
۲۲	جواب کا فیصلہ	۱۲	اکابر دیوبند کے خلاف پروپیگنڈہ
۲۳	فرنگی محل اور بدایونی علماء کی باری	۱۳	پروپیگنڈے کا مقصد
	خاں صاحب کے بعد ان کی ذریت	۱۴	خاں صاحب کے کچھ حالات
۲۴	کاروبہ		خاں صاحب کی تیز مزاجی اور
	خاں صاحب کے زمانہ میں ہندوستان	۱۵	دشنام طرازی
۲۴	کے حالات اور خاں صاحب کی	۱۶	خاں صاحب کی تکفیری مہم کی
	انگریز دوستی		مفصل تاریخ
۲۵	خاں صاحب کا وصال		ابنخن ندوة العلماء کے خلاف
۲۶	خاں صاحب کی تصانیف کا تعارف	۱۷	خاں صاحب کی جنگ

صفحہ	صفحہ
۳۳	۳۰
۳۵	۳۱
۳۶	۳۲
۳۶	۳۲
۳۶	۳۳
۳۶	
۳۸	

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب
سہارنپوری

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب
چاندپوری

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی

حضرت مولانا محمد منظور صاحب لغمانی

حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب
صفدر

رضا خانیت کے رد میں اہم کتابیں

سلسلہ رضا خانیت کی اہم شخصیات کا
تعارف

رضا خانیت و بریلویت

رضا خانیت کی تردید میں کام کرنے
والے حضرات

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی

❖

❖

❖

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى
الدِّينِ كُلِّهِ، وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى رَسُولِهِ الَّذِي بُعِثَ شَاهِدًا
وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
وَعُلَمَائِهِ أُمَّتِهِ، وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ لِقَائِهِ
آمَنًا بَعْدَ !

انسانی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت
سے پہلے جب بھی لوگوں میں علی اور اعتقادی گمراہی پھیلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت
اور اصلاح کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا ہے، مگر اللہ کے پیغمبر جب بھی ہدایت کا پیغام لے کر
اس دنیا میں آئے ہیں تو شیاطین الانس والجن نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ لوگ نہ ان کی بات
مانیں، نہ ہدایت قبول کریں بلکہ وشرک کے دل دل میں پھنسنے رہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ
الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى
بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا۔
(سورہ انفاس آیت ۳۳)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت
سے شیاطین انسانوں میں سے اور جنات میں سے
بنائے جن میں سے بعض بعض کے دلوں میں
چکنی چپڑی باتوں کا دوسوسہ ڈالتے رہتے تھے
تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈالیں۔

لیکن جب اللہ جل شانہ کی توفیق سے کچھ لوگ ایمان لے آئے تو شیاطین نے دوبارہ کوشش
کی کہ ان کو ہدایت کے بعد گمراہی کے جال میں پھنسا دیں، یہود و نصاریٰ اور دوسری بگڑی ہوئی امتوں
کی مثال ہمارے سامنے ہیں۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، تو اولاً شیاطین الانس والجن نے کوشش کی کہ کوئی آپ کی بات نہ مانے، اور نہ کوئی ایمان لائے۔ مگر اللہ جل شانہ کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نور توحید کا پھیلنا مقدر ہو چکا تھا۔ سورہ صف میں ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ
وَاللَّهُ يُمْتَرُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ
الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

آیت ۸۵

دشمنان اسلام چاہتے ہیں کہ نور الہی کو اپنی
پھونکوں سے بجھا دیں، مگر اللہ تعالیٰ اپنی روشنی مکمل
ضرما کر رہیں گے۔ خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار
ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور
دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو تمام
ادیان باطلہ پر غالب کر دیں، خواہ مشرکوں کو کتنا
ہی برا معلوم ہو۔

اس لیے تھوڑے ہی عرصہ میں پورے جزیرۃ العرب میں اور اس کے بعد دنیا کے دوسرے حصوں میں
آپ کا لایا ہوا دین حق پھیل گیا۔ اور بندگان خدا کی بڑی تعداد نے کفر و شرک چھوڑ کر آپ کی دعوت پر
دین حق کو قبول کر لیا۔ تو شیاطین الانس والجن نے پتیرا بدل کر محنت شروع کی، تاکہ آپ کی امت
کو ایمان و تقویٰ کے راستے سے ہٹا کر الحاد و شرک اور فسق و فجور کی گھنگھور گھاٹیوں میں پہنچا دیں
اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے
کہ آپ کی امت کے کچھ لوگ اگلی امتوں کی طرح گمراہی کے جال میں پھنستے رہیں گے، حدیث کی
اکثر کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

كَتَبْتُ عَنْ سَفَنٍ مِّنْ قَبْلِكَ مَشْجَرًا بِشَبْرٍ وَزُرَّاعًا بِزُرْعَةٍ (مشکوٰۃ شریف)

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی امت کے کچھ لوگ گزشتہ امتوں کی بالکل قدم بقدم پیروی کرینگے
یعنی جو گمراہیاں اور بد اعمالیاں یہود و نصاریٰ وغیرہ گمراہ امتوں نے اپنائیں ہیں۔ آپ کی امت کے کچھ
کچھ لوگ ضرور ان کو اپنائیں گے۔

ادیان سابقہ اور دین اسلام میں فرق | لیکن ادیان سابقہ اور دین اسلام میں دو اعتبار پہلا فرق

یہ ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے چوں کہ سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا تھا۔ اس لیے انبیاء کرام وقتاً فوقتاً مبعوث ہو کر اُمم سابقہ کی اصلاح و رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہتے تھے اور احبار و علماء ان کا تعاون کرتے تھے لیکن خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر چوں کہ سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے اس لیے امت کی اصلاح کی پوری ذمہ داری و اثین انبیاء اور مبددین امت پر ڈالی گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

يَجْعَلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلِيفٍ عُدُوْلَهُ
يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْعَالِيْنَ وَانْتِحَالَ
الْبُطْلَانِ وَتَاوِيلَ الْجَاهِلِيْنَ۔
(مشکوٰۃ ص ۳۶)

ہر آئندہ نسل میں سے اس علم کے حامل ایسے عادل لوگ ہوتے رہیں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے غلط انتساب اور جاہلوں کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے۔

نیز آپ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الرَّمَّةِ
عَلٰی رَاسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْ يَّجِدُّوْ
لَهَا دِيْنَهَا (حوالہ سابق)

اور دوسرا فرق یہ ہے کہ ادیان سابقہ کی حفاظت کی ذمہ داری علماء اور احبار پر ڈالی گئی

تھی جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے:

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَانَ فِيْهَا هُدًى
وَنُورٌ نَّحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِيْنَ
اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوا وَالَّذِيْنَ يَنْتَوُنَّ
وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ
اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شٰهَدًا۔

ہم نے توریت نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، انبیاء جو کہ اللہ کے فرما بردار تھے اس کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی اس وجہ سے کہ ان کو اس کتاب (تورات) کی نگہداشت کا حکم دیا گیا

(سورہ مائدہ آیت ۴۴)

تھا اور وہی اس کتاب پر گواہ بھی تھے۔

اس لیے جب تک علماء و اجماع نے اپنی ذمہ داری محسوس کی، ادیان سابقہ محفوظ رہے۔ اور جب دنیا پرست علماء و اجماع کا غلبہ ہوا تو اللہ کی کتاب میں تحریف ہو کر تمام ادیان سابقہ مسخ ہو گئے۔ اور دین اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے خود لی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّا نَحْنُ مُزَكِّمُ الذِّكْرِ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

بے شک ہم نے قرآن نازل کیا ہے۔ اور ہم

(سورہ حجر آیت ۹)

ہی اس کے محافظ اور نگہبان ہیں۔

اس لیے بحمد اللہ اس کا تو اطمینان اور پورا یقین ہے کہ اہل باطل اس دین کے حسین چہرے کو مسخ کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، اور قیامت تک یہ دین محمدی اپنی اصلی شکل و صورت میں باقی رہے گا البتہ ایسا ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا کہ اہل باطل نئی نئی رسمیں اور بدعتیں ایجاد کر کے روضہ اپنی شقاوت میں اضافہ کریں گے بلکہ بہت سے جاہلوں کی گمراہی کا سبب بھی بنیں گے۔

رسوم و بدعات رائج ہونے کے اسباب | یہاں یہ بات جان لینی چاہیے کہ تمدن و معاشرت کا ایک فطری اصول ہے کہ جب

مختلف تہذیبوں کا امتزاج ہوتا ہے تو غیر شعوری طور پر ایک تہذیب دوسری تہذیب کو متاثر کرتی ہے، جو قوم اپنے تہذیبی خصائص کے تحفظ کا اہتمام نہیں کرتی وہ اپنے بہت سے امتیازی اوصاف کھو بیٹھتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ جو تہذیب مفتوح و مغلوب ہو وہ فاتح اور غالب تہذیب کے سامنے سر ڈال دیتی ہے۔ مسلمان جب تک غالب اور فاتح رہے اور ان میں اپنے تہذیبی خصائص کے تحفظ کی تہ و تاب تھی، اس وقت تک وہ دوسری تہذیبوں پر اثر انداز ہوتے رہے، لیکن جب ان کی ایمانی حرارت ٹھنڈی ہو گئی، اور ان میں من حیث القوم اپنے خصائص کے تحفظ کا دلولہ نہ رہا، تو وہ خود دوسری تہذیبوں سے متاثر ہونے لگے۔ دور جدید میں مسلمانوں کا انگریزی تہذیب سے متاثر ہونا اس کی کافی شہادت ہے۔ اس اجنبی اثر پذیری کا نتیجہ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ غیر اقوام کے رسوم و رواج کو دینی حیثیت دے دی جاتی ہے اور اس کے جواز و استحسان کے ثبوت پیش کیے جاتے ہیں، یہی راز ہے کہ ہر علاقہ کے

مسلمانوں میں الگ الگ رسوم و بدعات رائج ہیں۔ ہندوستان میں جو بدعات رائج ہیں وہ عرب علاقوں میں نہیں۔ اور مصر و شام کی بہت سی بدعات ہندوستان میں رائج نہیں۔

ہندوستان میں اسلام بڑی تیزی سے پھیلا، مگر افسوس ہے کہ ان نو مسلموں کی دینی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ اہتمام نہ ہو سکا۔ اس لیے جو لوگ ہندو مذہب چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے وہ اپنے سابقہ رسم و رواج سے آزاد نہ ہو سکے، بلکہ ہندو معاشرہ سے شدید اختلاط کی بنا پر ان مسلمانوں میں بھی بہت سی ہندوانہ رسمیں در آئیں۔ چنانچہ شادی اور مرگ کے موقع پر ہندوستان کے مسلمانوں میں جو خلاف شرع رسمیں پائی جاتی ہیں، اور جن کو مردوں سے زیادہ عورتیں جانتی ہیں، وہ سب ہندو مذہب کے جراثیم ہیں۔ جیسا کہ ایک نو مسلم عالم مولانا عبید اللہ سلفی نے ”تحفۃ الہند“ میں تحریر فرمایا ہے،

”میرا مقصد یہ نہیں کہ خدا نخواستہ ہندوستانی مسلمانوں کی ساری چیزیں ہندوانہ ہیں

اور نہ یہ مطلب ہے کہ سارے مسلمان ان میں مبتلا ہیں۔ بلکہ میری مراد ان رسوم و عادات سے ہے جن کا ثبوت ہماری اسلامی شریعت میں نہیں۔ بلکہ ہندو معاشرہ میں ملتا ہے۔

بہت سے ایسے علاقے جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی مسلمان وہاں بہت قلیل تعداد میں تھے، اور ان کو اسلامی تعلیم و تربیت کا موقع میسر نہیں آتا تھا، ان کے نام تک

ہندوانہ تھے، وہ سر میں چوٹی ٹیک رکھتے تھے۔ ظاہر ہے جن لوگوں کی یہ حالت ہو وہ

بے چارے ہندوانہ بدعات میں مبتلا نہ ہوتے تو اور کرم بھی کیا سکتے تھے؟“ لہ

علاوہ ازیں ہمارے اس ملک ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت زیادہ تر صوفیاء

کرام کے ذریعہ ہوئی ہے، جو اللہ کے بڑے مخلص بندے اور توحید کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے،

یہاں کے جن لوگوں نے ان کی دعوت اور ان کی خدا پرستانہ اور پاکبازانہ زندگی سے متاثر ہو کر

اسلام قبول کر لیا تھا، شیطان نے ان کے بارے میں اندازہ کر لیا کہ وہ ان کو اسلام سے برگشتہ کرنے

اور کھلے ارتداد میں مبتلا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اس لیے اس نے ان میں گمراہی پھیلانے

کے لیے وہ حربہ استعمال کیا جس کا وہ عیسائیوں اور دوسرے بعض طبقوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب تجربہ کر چکا تھا۔ اس نے ان کے دل میں ڈالا کہ یہ بزرگانِ دین خدا کے لاڈلے ہیں۔ خدا نے ان کو بہت سے اختیارات سپرد کر دیئے ہیں اور یہ خود حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔ لہذا ان ہی سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگو، مصیبتوں اور پریشانیوں میں ان کے نام کا وظیفہ پڑھو، حاجتی بن کر ان کے مزاروں پر جاؤ، ان کی قبروں کا سجدہ کرو، نذریں اور منتیں مانو، اور ان کے نام کے مرغے بکرنے قربان کرو، چادر گاگر اور پھول مالا چڑھاؤ، یہ تہاری بگڑی بنادیں گے، اور ناؤ پار لگا دیں گے چنانچہ جن لوگوں کی دینی تعلیم و تربیت نہ ہو سکی تھی، اور اسلامی توحید کو انھوں نے پوری طرح نہیں سمجھا تھا، انہوں نے اس کو بزرگوں کے ساتھ عقیدت و محبت کا تقاضا سمجھا، اور اس طرح ان کو بت پرستی کا ”اچھا بدل“ بھی مل گیا۔ جس کے وہ اور ان کے باپ دادا ہمیشہ سے عادی تھے۔ یہ ہے مسلمانوں میں رسوم و بدعات کے رواج کی اجمالی تاریخ اور قبیر پرستی اور اولیا پرستی کے آغاز کی سرگزشت۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام سے پہلے رسوم و بدعات کی اصلاح کے سلسلہ میں کام کرنے والے ممتاز حضرات:

امت محمدیہ میں جب سے اس گمراہی کا آغاز ہوا، علماء امت اور مصلحین ملت نے اس کے خلاف قلمی اور زبانی جہاد شروع کیا، اور امت کو گمراہیوں سے نکالنے کے لیے بھرپور کوشش شروع فرمائی۔ ہمارے ملک میں جن اکابرین امت اور ہادیانِ ملت نے اللہ کی توفیق سے مشرکانہ خیالات و اعمال اور رسوم و بدعات سے مسلمانوں کو بچانے میں نیابتِ رسول کا حق ادا کیا۔ ان میں تین حضرات سرفہرست ہیں:

ایک امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (متوفی ۱۰۴۲ھ)۔

دوسرے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۶۶ھ)۔

تیسرے شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہید (متوفی ۱۲۴۲ھ)۔

امام ربانی کے مکتوبات میں ایسے بہت سے مکتوبات ہیں جن میں توحید کی تشریح کی گئی ہے اور شرک کی جن اقسام و انواع میں مسلمان مبتلا تھے یا مبتلا ہونے کا امکان اور اندیشہ تھا ان کے

بارے میں تنبیہ کی ہے۔ دفتر سوم مکتوب ۳۱ میں شرک کی ان سب صورتوں پر خاص طور سے تفصیل کلام فرمایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رو کے تجدیدی کارناموں کے تقریباً ایک صدی بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا اصلاحی اور تجدیدی دور شروع ہوتا ہے، ان کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ میں بھی جاہل مسلمانوں میں شرک کی وباعام تھی اس کو دیکھ کر ان کا دل تڑپتا تھا، آپ نے اس کا اظہار اپنی مختلف تصانیف میں کیا ہے، یہاں صرف دو حوالے پیش کیے جاتے ہیں۔
تفہیمات الہیہ میں ایک جگہ ارقام فرماتے ہیں:

وَمِنْ اعْظَمِ الْأَهْرَاسِ فِي زَمَانِنَا هَذَا
عِبَادَتُهُمْ لَشَيْوخِهِمْ أَحْيَاءَ وَلِقُبُورِهِمْ
أَمْوَاتًا وَالْجَهْلَةُ يُقْتَدُونَ بِكُفْرَةِ اللَّهِ
فِي أَعْمَالِهِمْ (ص ۶۳/۱۶)

ہمارے اس زمانے کا سب سے بڑا روگ یہ ہے
کہ جاہل لوگ پیروں کی زندگی میں عبادت
کرتے ہیں اور مرنے کے بعد ان کی قبروں کو پوجتے
ہیں، اور یہ جاہل مسلمان اپنے اعمال و افعال
میں ہندوستان کے کافروں اور مشرکوں کی
پیروی کرتے ہیں

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ مجددانہ شان کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ:

كُلُّ مَنْ ذَهَبَ إِلَى بَلَدَةٍ أَجْمِيں
أَوْ إِلَى قَبْرِ سَالِارٍ مَسْعُودٍ أَوْ مَا ضَاهَا
لَا حِلَّ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَإِنَّهُ أَثَمٌ أَثَمًا
أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَالزَّهْنِ لَيْسَ مِثْلُهُ إِلَّا
مِثْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الصَّنُوعَاتِ
أَوْ مِثْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْكَلَلَاتِ
وَالْعُزَى -

جو کوئی 'اجمیر' (خواجہ معین الدین چشتی رو کے
مزار پر) یا 'بہراپ' (سالار مسعود غازی کی قبر پر)
یا اس کے مثل کسی اور مزار یا درگاہ پر اپنی
کوئی حاجت طلب کرنے کے لیے جائے، تو
اس نے اتنا بڑا گناہ کیا جو خون ناحق اور زنا
سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ اس شخص کا حال
بالکل ایسا ہے جیسا پانتھوں سے تراشے ہوئے
بتوں اور لات و عزی کی پرستش کرنیوالے
کا ہے۔

(تفہیمات الہیہ ص ۴۵)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ کے اس پر جلال ارشاد سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ان کے زمانہ کے جاہل مسلمانوں میں قبر پرستی اور اولیاء کے مزارات پر جا کے حاجت طلبی کی وبا اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ شاہ صاحب جیسے حکیم و حلیم مصلح کی روح تڑپ اٹھی اور ان کے قلب کا غیظ اس طرح ان کی نوک قلم پر آگیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ کا وصال ۱۱۷۱ھ میں ہوا ہے، اس کے تقریباً چالیس پچاس سال بعد ان کے پوتے شاہ اسماعیل شہید رحمہ کی اصلاحی جدوجہد کا دور شروع ہوتا ہے، آپ نے بھی ہوش سنبھالا تو وہی منظر دیکھا جس نے ان کے دادا کی روح کو تڑپا دیا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ خراب صورت حال تھی۔ آپ نے عوام کی اصلاح کے لیے ایک طرف مواعظ کا سلسلہ شروع کیا جن کا خاص موضوع توحید و سنت کی طفسر دعوت دینا تھا تو دوسری طرف اردو زبان میں ایک مستقل کتاب ”تقویۃ الایمان“ تصنیف فرمائی۔ جس میں قبر پرستی وغیرہ شرک کی ان سب شکلوں اور قسموں پر جو جاہل مسلمانوں میں رائج تھیں۔ اپنے دادا شاہ ولی اللہ صاحب والے جلالی انداز میں، بلکہ اپنے جدا علی فاروق اعظم رحمہ کے فاروقی انداز میں کلام کیا۔ اللہ ہی جانتے ہیں کہ اس کتاب کے ذریعہ اس کے کتنے بندے شرک کی تاریکیوں سے نکل کر توحید کے اجالے میں آئے اور بدعت کی تاریک راہوں میں بھٹکتے ہوئے انسانوں نے سنت کی صاف روشنی میں جنت کا راستہ اپنایا۔

تقویۃ الایمان کے خلاف پروپیگنڈہ | ”تقویۃ الایمان“ کی یہ خالص اسلامی توحید شاہ صاحب کے کچھ ہم عصر علماء کو ناگوار محسوس

ہوئی اور اولیاء کی محبت میں غلو کرنے والوں نے محسوس کیا کہ جو شخص اس کتاب کو دیکھے گا وہ بدعات سے تائب ہو جائے گا، مگر ان کے پاس اس کا کوئی تور نہیں تھا اس لیے انہوں نے پیترا بدل کر حملہ کیا اور عوام میں خوب پروپیگنڈہ کیا ”تقویۃ الایمان“ کے مصنف نے اپنی اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی شان میں سخت گستاخیاں کی ہیں تاکہ عوام کتاب اور اس کے مصنف سے بدظن ہو کر اس سے استفادہ کرنا چھوڑ دیں۔ چنانچہ ہندوستان بھر کے اس وقت کے حامیان بدعت نے اس میں حصہ لیا۔ جن میں علماء بدایوں پیش پیش

تھے۔ ماہنامہ ”فاران“ کراچی کے فاضل ایڈیٹر جناب ماہر القادری صاحب بدایونی لکھتے ہیں کہ:

”اب میں ان علماء کے نام درج کرتا ہوں جن میں اکثر و بیشتر حضرت اسماعیل شہید کے مسلک کے موافق نہ تھے، اور بعض کھل کر مخالف تھے۔ بدایوں، مفتی ابوالحسن عثمانی، مولوی فضل رسول عثمانی، مولوی علی بخش صدر الصدور، مدراس میں مولوی ارتضیٰ گویا موی، ناسک میں خان بہادر مولوی عبدالفتاح، مفتی، کلکتہ میں قاضی نجم الدین کاکوروی۔ مراد آباد میں مولوی عبدالقادر چیف۔ دہلی میں مفتی صدر الدین آزرده، مولانا فضل امام خیر آبادی، مولانا فضل حق خیر آبادی، منشی فضل عظیم خیر آبادی (فرزند اکبر مولانا فضل امام خیر آبادی)، مولوی محمد صالح خیر آبادی، (برادر مولانا فضل امام خیر آبادی)۔“

یہ تمام حضرات ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں منصب افتاء و قضا اور سر رشتہ داری اور صدر الصدور کے عہدوں پر فائز تھے یہ

پھر چودھویں صدی ہجری کے شروع میں پروینگنڈہ کی اس مہم کا جھنڈا بریلی کے مولوی احمد خاں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ انہوں نے داعی توحید و سنت شاہ اسماعیل شہید رحمہ کے خلاف کتابوں کے انبار لگا دیے، جن میں ستر ستر وجوہ سے آپ کو کافر ثابت کیا، اور اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کرنے کا مجرم قرار دیا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے، خاں صاحب کے رسالے۔۔۔ ”اللوکۃ الشہابیہ“ اور ”سل السیوف الہندیہ وغیرہ۔“

اکابر دیوبند کے خلاف پروینگنڈہ | پھر یہی حربہ انہوں نے خاندان ولی اللہی کے علمی و روحانی وارثین اور انکے خاص مشن دعوت

توحید و سنت کے علمبردار اکابر علمائے دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ، حضرت مولانا اشرف علی

تحتاوی روح وغیرہ کے خلاف استعمال کیا۔ ان حضرات کو خاں صاحب نے ختم نبوت کا منکر، اللہ تعالیٰ کا مکذیب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنے والا قرار دے کر فتویٰ لگایا کہ یہ سب کافر، مرتد، اور واجب القتل ہیں، اور جو کوئی ان کے کافر و مرتد ہونے میں شبہ کرے وہ بھی کافر و مرتد اور واجب القتل ہے۔

پروپیگنڈے کا مقصد خاں صاحب کا بزرگانِ دین کو کافر و مرتد کہنا اور اس کا پروپیگنڈہ کرنا بعینہ ایسا ہے جیسا روافض اور شیعہ نفوذ باللہ صحابہ کرام کو کافر و مرتد کہتے ہیں اوشیخین کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ جس کا مقصد عوام کو ان اکابرین سے بدظن کر کے اپنی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ لوگ ان حضرات کی بات پر کان نہ دھریں اور خاں صاحب کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنسے رہیں۔ ماہنامہ ”فاران“ کراچی کے فاضل ایڈیٹر جناب ماہر القادری بدایونی اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”راقم الحروف جس گاؤں میں پیدا ہوا اور پلا بڑھا ہے وہاں صد فی صد مسلمان بریلوی عقائد رکھتے تھے، ہم بچوں کو بچپن ہی سے یہ بتایا گیا تھا کہ وہابی درود شریف نہیں پڑھتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے کد اور عناد رکھتے ہیں۔ ایسے افراد پر دازوں اور جھوٹی افواہیں پھیلانے والوں کا نہ جانے کیا حشر ہوگا؟ اور دیوبندیوں کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے ہیں اور گیلانی وہابی ہیں۔ اور وہابی ہوں یا دیوبندی یہ دونوں گروہ گمراہ ہیں، بلکہ کافر ہیں۔ بریلوی خیال کے علماء کی زبانی یہ باتیں سن سن کر راقم الحروف کے دل میں اہل حدیث اور دیوبندیوں کے خلاف شدید نفرت بیج گئی تھی۔ میں کسی کتاب پر علماء دیوبند کے نام تعظیمی القاب کے ساتھ لکھا ہوا دیکھتا تو ان الفاظ کو کاٹ کر اپنے قلم سے گالیاں لکھ دیتا۔“

تہ تفصیل کے لیے دیکھئے، تہذیب الایمان اور حسام الحرمین وغیرہ

تہ بریلویت ماہر القادری کی نظر میں ص ۶۲-۶۱

یہ تھا پروپیگنڈے کا اثر جس سے ماہر القادری صاحب جیسے حق کے تلاشی تو چھٹکارا پاسکتے تھے لیکن ان پڑھ اور دین سے ناواقف لوگوں کا پروپیگنڈے کے دلدل سے نکلنا مشکل ہے۔

خاں صاحب سرمہ اور فرنیچر کے مشہور شہر بریلی میں ۱۳ جون ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲ شوال ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی

خاں صاحب کے کچھ حالات

نام محمد رکھا گیا، ان کی ماں نے ان کا نام آمن میاں، باپ نے احمد میاں اور دادا نے احمد رضا رکھا، اور خاں صاحب نے خود اپنا نام ”عبدالمصطفیٰ“ رکھا۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد یازدہم کے مقدمہ میں ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ظہر کے وقت بروز شنبہ ۱۲ شوال ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء محلہ جھولی شہر بریلی یوپی (انڈیا) میں ہوئی۔ پیدائشی نام محمد، تاریخی نام المنار (۱۲۷۴ھ) اور عرف احمد رضا قرار پایا، اور خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفیٰ لگا کر غلامی بارگاہ مصطفیٰ کا نشان قائم کیا۔

اور ماہر القادری صاحب ”زلزلہ“ نامی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ،
 ”مولانا بریلوی کی شدت مزاج کا وہ عالم تھا کہ وہابیوں اور دیوبندیوں کو چڑانے کے لیے اپنا نام ”عبدالمصطفیٰ“ رکھا، حالاں کہ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی، تفسیر و حدیث اور فقہ کے کسی امام کا نام عبدالمصطفیٰ یا عبدالنبی، یا عبدالرسول سننے یا پڑھنے میں نہیں آیا۔ عقیدت کا یہی وہ غلو ہے جسے دین میں ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے۔“
 اور ان کے معتقدین ان کو ”اعلیٰ حضرت“ سے یاد کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بکے معتقدین ان کو فاضل بریلوی، امام اہل سنت اور مجدد مائتہ حاضرہ وغیرہ بھی کہتے ہیں۔
 خاں صاحب جسمانی اعتبار سے نحیف اور کمزور اور بہت سے امراض کا شکار تھے۔

۱۔ اعلیٰ حضرت بریلوی صاحب مصنف نسیم ستوی، ۲۔ حیات امام اہل سنت، فتاویٰ رضویہ کی جلد یازدہم کا

مقدمہ ص ۷، ۳۔ بریلویت ماہر القادری کی نظر میں ص ۷،

۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲، اور حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۵۔

خاں صاحب کارنگ نہایت کالا تھا، اسی لیے حضرت مولانا چاند پوری نے خاں صاحب کی رد میں ایک کتابچہ لکھا ہے جس کا نام ہے ”الطین اللاب علی الاسود الکاذب“ (دھچکنے والی مٹی کا لے کذاب پر) خاں صاحب کے بھتیجے حسین رضا صاحب کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ، اعلیٰ حضرت آغاز عمر میں نہایت گدھی رنگ کے مالک تھے۔ لیکن جدوجہد نے آپ کا رنگ تبدیل کر دیا تھا اور ان کے چہرے کی رونق کو ختم کر دیا تھا۔ یہ خاں صاحب کا گھرانہ علمی تھا، ان کے والد نقی علی اور دادا رضا علی دونوں عالم تھے۔ خاں صاحب نے بھی اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہوئے ابتدائی تعلیم مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا غلام قادر بیگ سے حاصل کی اور اکثر علوم اپنے والد نقی علی خاں سے پڑھے۔ خاں صاحب گھر کے خوش حال تھے اس لیے فراغت کے بعد تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھا۔

خاں صاحب کی تیز مزاجی اور دشنام طرازی | خاں صاحب کے مزاج میں انتہائی شدت اور قلم میں بے باکی اور دشنام طرازی تھی، ماہر القادری صاحب ”زلزلہ“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ،

”علماء دیوبند کے ان عقائد سے جو کتاب و سنت کے عین مطابق ہیں۔ بدایوں اور بریلی کے علماء نے شدید اختلاف کیا، مولانا احمد رضا خاں بریلوی تو ساری عمر علماء دیوبند کی تضحیک و تکفیر کا کام انجام دیتے رہے، ان مسائل میں ان کی شدت اور قلم کے بے باک اور دشنام طرازی ہونی کا یہ عالم رہا ہے کہ ”وہابی“ قادیانی، دیوبندی، پنجری، چکرالوی جملہ مرتدین ہیں کہ انکے مرد یا عورت کا تمام جہاں میں جس سے نکاح ہوگا، مسلم ہو یا کافر، اصلی مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خاں ہوگا اور اولاد و ولد الزنا“ اور فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ”نامی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ماہر القادری جیسا

۱۔ اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۲ بحوالہ البریلویۃ

۲۔ ملفوظات حصہ دوم ص ۱۹۱ بریلویت ماہر القادری کی نظر میں ص ۱۹۱

ارقام فرماتے ہیں کہ :

”راہم الحروف عرض کرتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مزاج کی شدت
سنجیدگی کی حدود کی پابند نہ تھی، بریلوی مسلک مولانا احمد رضا خاں صاحب کے تکفیر
کے فتوؤں کی وجہ سے مشہور ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ان مسائل
و عقائد میں علماء بدایوں کے منقلد اور خوشہ چین ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے
مولانا فاضل بریلوی کے پیدا ہونے سے پہلے ”وہابیہ“ کی مخالفت کی تھی۔ اسی
عقیدت اور احترام کی بنا پر مولانا بریلوی نے مولانا فضل رسول بدایونی کے فرزند مولانا
محب رسول عبدالقادر بدایونی کی شان میں قصیدہ لکھا ہے، مگر ”اذان ثانی“ کے
مسئلہ پر جب علماء بدایوں نے مولانا احمد رضا خاں صاحب سے اختلاف کیا، تو بریلی
سے اس قدر سخت اور کڑھت اور اہانت آمیز جوابات دیئے گئے کہ علماء بدایوں
کو سرکاری عدالت میں ”ازالہ حیثیت عرفی“ کا دعویٰ دائر کرنا پڑا۔ نواب حامد علی
خاں والی رام پور نے بیچ میں پڑ کر اس مقدمہ کو ختم کرایا
مولانا فاضل بریلوی اور ان کے معتقد علماء کا خود اپنے مسلک کے علماء کے ساتھ یہ
سلوک ہے تو پھر بہ دیگر اچھی رسد“ !!

خاں صاحب کی تکفیری مہم کی مفصل تاریخ | خاں صاحب کا محبوب مشغلہ علمائے امت کی تکفیر تھا جس نے خود دھویں

صدی ہجری میں پورے ہندوستان میں جو پہلے ایک ملک تھا اور اب تین حصوں میں بٹ گیا ہے۔ اور جس میں دنیا کے سارے ملکوں سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ وسیع پیمانہ پر اختلاف و افتراق اور جنگ و جدال کی آگ بھڑکائی تھی۔ اس لیے خاں صاحب کے اسلام کارنامہ کی مفصل تاریخ پیش کی جاتی ہے۔

مولانا محمد عارف صاحب سنبھلی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، تحریر فرماتے ہیں کہ :

لہ بریلویت ماہر القادری کی نظر میں ص ۱۰۰

تجاں تک ہمارا علم اور مطالعہ ہے وسیع پیمانہ پر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تکفیری مہم کا جوش و خروش اس وقت شروع ہوا جب ۱۳۱۷ھ میں کانپور کے ایک جلسہ میں _____ جس کے خالص داعی اور محرک حضرت مولانا محمد علی مونگیری رہتے تھے۔ اور جس میں ہندوستان بھر کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء اور مشاہیر شریک تھے۔ اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی شریک تھے _____ ندوۃ العلماء کے نام سے علماء ہند کی ایک وسیع المقاصد انجمن یا مجلس کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔

انجمن ندوۃ العلماء کے خلاف خاں صاحب کی جنگ | مولوی احمد رضا خاں صاحب

جلسہ کے اختتام سے پہلے ہی واپس ہو گئے اور ندوۃ العلماء کے خلاف اشتہار بازی اور رسالہ بازی کی ایک طوفانی مہم شروع کر دی۔ خاں صاحب کے ایک خلیفہ مولوی محمود جان صاحب کامیٹیاواڑی نے ان کی ایک منظوم سوانح عمری ”ذکر رضا“ کے نام سے لکھی ہے اس میں ان کے سب بڑے اور درخشاں کارنامہ کی حیثیت سے اس بات کو ذکر کیا ہے کہ :

”اعلیٰ حضرت نے ندوۃ اور ندوۃ والوں کے رد میں بے گنتی اشتہار کے علاوہ سوا کے قریب رسالے لکھے، اور ندوہ کا نام و نشان مٹا دیا۔“

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ندوۃ العلماء کے خلاف یہ تکفیری مہم ۱۳۱۷ھ سے چلائی شروع کی تھی، برسوں تک پورے زور و شور سے یہ گولہ باری ہوتی رہی، یہاں تک کہ حرمین شریفین کے علماء سے بھی ان کے کفر کا فتویٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حاصل کیا اور ”فتاویٰ الحرمین برجند ندوۃ المین“ کے نام سے چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا۔

ندوہ والوں کے پاس اگرچہ اصحاب علم و مسلم کی فوج کی فوج تھی۔ لیکن ان بریلوی حناں صاحب کے تکفیری اشتہاروں اور رسالوں کی زہتھمتے والی بارش کو دیکھ کر انہیں بالآخر یہ فیصلہ کرنا

پڑا، اگر خیریت اسی میں ہے کہ ان کی باتوں کا کوئی نوٹس نہ لو اور کوئی جواب نہ دو، بس اپنے کام میں لگے رہو۔

ندوة العلماء کے بعد اکابر علماء دیوبند پر نظر عنایت | تاسم صاحب نابوتوی رحمہ حضرت

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اور ان کے رفقاء انگریزی حکومت کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ میں شامی کے محاذ پر ناکام ہو جانے اور پورے ہندوستان پر انگریزوں کا پورق تسلط قائم ہو جانے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے، بلکہ کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں ڈالا کہ اب اس ملک میں اللہ کے مقدس دین کی خدمت اور حفاظت کا خاص ذریعہ ایسے مدارس ہوں گے جن میں مخصوص طرز کی دینی تعلیم و تربیت سے وہ افراد تیار کیے جائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت علم و ہدایت کے وارث و امین ہوں۔ اور دین کو اپنے جان و مال اور ہر چیز سے زیادہ عزیز سمجھیں اور اپنی زندگیاں اسی کے لیے وقف کر دیں۔

اس منصوبے کے مطابق ان حضرات نے سب سے پہلے ضلع سہارنپور کے قصبہ دیوبند میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا، اللہ نے اس میں برکت دی۔ اور چند ہی برسوں میں اس شجرہ طیبہ کے یہ ثمرات دیکھنے میں آئے کہ حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الہند، حضرت مولانا احمد حسن امروہی اور بعد کے طبقات میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی حکیم الامت، حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری اور حضرت مولانا سید حسین احمد جامدنی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دیوبند جیسے حضرات پیدا ہوئے جو علم نبوت کے حامل و وارث ہونیکے ساتھ امت کیلئے ائمہ رشد و ہدایت اور ملت اسلامیہ ہند کے دین و ایمان کے پاساں بھی تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں یہ ٹھوس تعلیمی و تربیتی اور تعمیری کام اخلاص و ولایت اور پوری خاموشی کے ساتھ ہوتا رہا۔ اس کے فضلا، ملک میں پھیلے رہے جو جہاں جا کر بیٹھ گیا اپنے اخلاص و ولایت اور امت کی بے لوث دینی خدمت کی وجہ سے اس خطہ کے مسلمانوں کا مرجع بن گیا۔ پھر اسی مقصد کیلئے اسی طرز پر مختلف شہروں میں اور بھی متعدد مدرسے ان حضرات نے قائم کیے، یہ سب دارالعلوم دیوبند ہی سے نکلی ہوئی نہریں اور اسی شجرہ طیبہ کی شاخیں تھیں۔ اور یہ امت مسلمہ ہند کے دینی قلعے اور اسلامی شریعت کی چھاؤنیاں تھیں۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر کو ملک میں علم و دین کے لحاظ سے ایک خاص مرجعیت اور مرکزیت حاصل ہو گئی، اور یہاں کے باخبر اور باشعور مسلمان دارالعلوم دیوبند کو ہندوستان میں دین محمدی کا مرکزی قلعہ سمجھنے لگے۔

ٹھیک اس وقت جب کہ دارالعلوم دیوبند اور اکابر علمائے دیوبند کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقبولیت عامہ کا یہ مقام حاصل ہوا، مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جو تقریباً دس سال سے ندوۃ العلماء کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، اور اپنے نزدیک ندوہ کی انجمن کو درہم برہم کر کے اس مہم کو سر کر چکے تھے۔ اپنی نظر عنایت ان اکابر علماء دیوبند کی طرف پھیر دی۔ ۱۳۲۲ھ میں ان کی کتاب ”المعتمد المستند“ چھپی، جس میں پہلی دفعہ اکابر جماعت دیوبند حضرت مولانا ناتوتوی رحمہ اللہ، حضرت گنگوہی وغیرہ کی قطعی تکفیر کی۔ اور لکھا کہ، ”یہ ایسے کافر اکفر ہیں کہ جو کوئی ان کے کفر میں شک و شبہ کرے وہ بھی قطعی کافر اور جہنی ہے۔“

منظر نظر کا فیصلہ | کافی مدت تک تو اکابر دارالعلوم کو خاں صاحب کی اس کتاب اور اس میں کیے گئے تکفیری حملے کی اطلاع ہی نہیں ہوئی پھر غالباً ۱۳۲۳ھ میں مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ کو جو اس وقت دارالعلوم کے جوان العمر فاضل تھے، کہیں سے اس کا پتہ چلا، انھوں نے کسی طرح کتاب حاصل کی اور اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی احمد رضا خاں نے اب ہم لوگوں کی طرف رخ کیا ہے مجھے جواب دینے کی اجازت دی جائے، میں ان سے نمٹ لوں گا۔ جب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے زیادہ اصرار کیا تو شیخ الہند ان کو ساتھ لے کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو جماعت دیوبند کے مقتدا اور دارالعلوم کے سرپرست تھے۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے وہی بات حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ، ارے بھئی! تم کہاں تک اس شخص کی باتوں کا جواب دو گے، اور کہاں تک کتابیں لکھو گے۔ وہ تو روز روز نئے الزام گھڑے گا اور کتابوں پر کتابیں لکھے گا، اور اشتہاروں پر اشتہار چھاپے گا، اس کو دنیا میں بس یہی کام ہے، شاید ہی اللہ نے اس کیلئے مقدر کر دیا ہے۔ ندوہ والوں کے ساتھ جو کچھ اس نے کیا ہے وہ سامنے ہے، اس لیے میری رائے تو یہی ہے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اور دینی خدمت

کے لیے اپنے کام میں لگے رہو، اپنی آخرت کی فکر کرو۔ ————— بہر حال اس وقت یہی طے پایا کہ خاں صاحب کی ان الزام تراشیوں کا کوئی جواب نہ دیا جائے۔ اس وقت تک مولوی احمد رضا خاں کے اس فتنہ کا عام مسلمانوں پر کوئی اثر بھی نہیں پڑا تھا بلکہ کوئی خاص چرچا بھی نہیں ہوا تھا کیوں کر یہ کتاب ”المعتمد المستند“ عربی میں تھی۔

خاں صاحب کی فریب کاری اور ”حسام الحرمین“ کا فتنہ

خاں صاحب نے ۱۳۲۳ھ کے آخر میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر کا ایک فتویٰ مرتب کر کے وہاں کے علماء کرام اور مفتیان عظام کی خدمت میں پیش کیا اور نہایت مکارانہ اور پُر فریب انداز میں ان حضرات سے فریاد کی کہ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر بڑا سخت وقت آگیا ہے وہاں ارتداد اور زندقہ کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ کچھ لوگ مسلمانوں ہی میں جن کو عوام علماء اور مشائخ بھی سمجھتے ہیں۔ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو نہایت خبیث قسم کے کافرانہ عقیدے رکھتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخیاں کرتے ہیں عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ کو اور اس کے کلام کو معاذ اللہ جھوٹا کہتے ہیں اور لوگ ان کو عالم مولوی سمجھ کر ان کی باتوں کو مقبول کر رہے ہیں، ہم عزباء اور ضعفاء سے جہاں تک ہو سکتا ہے ہم اس فتنہ کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں اس فتنہ نے طوفانی آندھی اور سیلاب کی شکل اختیار کر لی ہے۔ آپ حضرات یعنی حرمین شریفین کے علمائے کرام اور مفتیان عظام کی مدد کے بغیر اس فتنے کو روکنے میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے، آپ حضرات اللہ کے مقدس شہر مکہ مکرمہ کے اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک شہر مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں، ہندوستانی مسلمانوں کے قلوب میں آپ کی خاص عظمت اور وقعت ہے۔ اگر آپ حضرات ان مرتدین کی تکفیر کے اس فتوے کی تصدیق فرمادیں تو ہمارے ملک کے عام مسلمان اس فتنے سے محفوظ ہو جائیں گے ورنہ یہ فتنہ ایسا شدید اور طوفانی ہے کہ ان کا ایمان پر قائم اور ثابت رہنا سخت مشکل ہے۔

الغياث الغياث يا خيل الله !
یا فرسان عا کر رسول الله !

المدد المدد لے خدا کے شکرو
المدد المدد لے لشکر محمدی کے شہسوارو

الغرض مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حرمین شریفین کے ان علمائے کرام کے سامنے جو اصل واقعات اور حالات سے بالکل بے خبر تھے اور اردو زبان نہ جاننے کی وجہ سے اکابر جماعت دیوبند کی وہ کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خاں نے انکار ختم نبوت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تہقیر جیسے کافرانہ مضامین منسوب کیے تھے۔ اپنا جعلی فتویٰ اس انداز میں اور اس تمہید کے ساتھ پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت اب بس اسی فتوے سے اور اس پر علماء حرمین کی تصدیقی مہر لگ جانے سے وابستہ ہے اگر یہ نہ ہوا تو خدا نخواستہ وہ سب مرتد اور شذھی ہو جائیں گے۔ خاں صاحب کا یہ ٹکارانہ اور پرفریب بیان ”حسام الحرمین“ کی تمہید میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حرمین شریفین کے بہت سے نیک دل علماء نے مولوی احمد رضا خاں کی ان پرفریب باتوں کو حقیقت اور واقعہ سمجھا، اور انہوں نے خاں صاحب کے اس تکفیری فتوے پر تصدیق لکھ دیں۔ اور پھر یہی فتویٰ اردو ترجمہ کے ساتھ ”حسام الحرمین“ کے نام سے شائع ہوا اور پروپیگنڈہ کی پوری طاقت کے ساتھ پورے ملک میں ہنگامہ اور شور برپا کر دیا گیا کہ جماعت دیوبند کے ان اکابر اور مشاہیر۔۔۔۔۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا فلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح۔۔۔۔۔ کے متعلق مکہ، مدینہ کے علماء نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ یہ سب ایسے قطعی کافر اور مرتد ہیں کہ جو شخص ان کے کافر اور جہنی ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اور جہنی ہے، اور ان میں سے ایک ایک کے قتل کرنے میں

ہزار کافروں کے مارنے سے زیادہ ثواب ہے۔ معاذ اللہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ کا ہے، میں نے
اکابر علماء دیوبند کا مذاافت اور جواب کا فیصلہ اپنے بعض اکابر سے سنا ہے

کہ مولوی احمد رضا خاں کی اس مکارانہ چال نے اور بے پناہ پروپیگنڈوں نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک اضطراب پیدا کر دیا اور بہت سے وہ لوگ جو مولوی احمد رضا خاں کی بدنام زمانہ فتوے بازی سے بالکل اثر نہیں لیتے تھے۔ علماء حرمین کے نام سے اس فتنے میں مبتلا ہو گئے اور حالات ایسے ہو گئے کہ خاموشی اور صرف نظر کی کوئی گنجائش نہیں رہی اور شرعاً یہ ضروری ہو گیا کہ اس افراط پر دازی کی تردید کی جائے۔ اور اللہ کے بندوں کو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے۔

اس فتوے میں جن چار بزرگوں کی کتابوں اور تحریروں پر کفر کا حکم لگایا گیا تھا ان میں سے صرف دو اس وقت بقید حیات تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ۔ ان دو بزرگوں نے اسی زمانہ میں اپنے اپنے بیانات دیے جن میں صراحت کے ساتھ لکھا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ”حسام الحرمین“ میں ہم لوگوں کی طرف جو عقائد اور جو مضامین منسوب کیے ہیں وہ ان کا ہم پر محض افتراء اور بہتان ہے، ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ ان بزرگوں کے یہ بیانات اسی زمانہ میں مختلف رسالوں میں شائع ہوئے تھے بلکہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا بیان تو ”بسط البنان“ کے نام سے ایک مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہوا تھا۔

اسی زمانہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ خاں صاحب اپنے تکفیری فتوے پر حرمین شریفین کے علماء کی تصدیق حاصل کر کے جب ہندوستان لوٹے تو حرمین شریفین کے بعض علماء کو معلوم ہوا کہ اُس ہندوستانی مولوی (احمد رضا خاں) نے جس تکفیری فتوے پر ہم سے تصدیق کرائی ہے اس میں دوسرے فریق کے عقائد کے بارے میں غلط بیانی کی گئی ہے۔ ان لوگوں کے عقیدے ایسے نہیں ہیں۔ اس پر وہاں کے بعض علماء کرام نے خود علماء دیوبند

کی طرف رجوع کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں نے اپنے فتوے میں اکابر علماء دیوبند کی طرف جو عقیدے منسوب کئے تھے اور اس کے سوا اور بہت سی باتیں جو ان کے بارے میں زبانی ان حضرات سے کہی تھیں، ان سب امور سے متعلق ان حضرات نے سوالات لکھ کر علماء دیوبند سے ان کا جواب چاہا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے ان کا مفصل جواب تحریر فرمایا۔ اور وہ جواب حرمین شریفین کے علماء کرام کے پاس بھیجا گیا۔ ان تمام حضرات نے ان جوابات پر اطمینان ظاہر کیا اور لکھا کہ یہی عقیدے اہل سنت والجماعت کے ہیں اور ان میں کوئی بات بھی مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں ہے۔

یہ سوالات و جوابات ہندوستان اور حرمین شریفین کے علماء کرام کی تصدیقات کے ساتھ اسی زمانہ میں اردو ترجمہ کیا کتابی صورت میں ”المُتَدَّ عَلَی الْمُتَدَّ“ معروف ”التصدیقات لدفع التلیسات“ کے نام سے شائع ہو گئے تھے۔

الحمد للہ! ان چیزوں کی اشاعت سے وہ فتنہ جو ”حام الحرمین“ کی وجہ سے ہندوستان میں برپا ہوا تھا بڑی حد تک فرو ہو گیا۔ پھر اسی دور میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری نے ”حام الحرمین“ کے مفصل جوابات بھی لکھے جن میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دکھلایا کہ خاں صاحب نے ”حام الحرمین“ میں اکابر علماء دیوبند کی طرف جن عقیدوں کو منسوب کیا ہے۔ ان کی حقیقت جعل اور فریب کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ان رسالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ منفع کر دیا۔

فرنگی محل اویسیونی علماء کی باری | پھر پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے بعد جب مقامات مقدسہ پر یورپ کی اتحادی طاقتوں کا

قبضہ ہو گیا۔ اور خلافت اسلامیہ نزعہ میں آگئی اور ہندوستان میں تحریک خلافت اٹھی اور وہاں کے نوے فیصد سے زیادہ علماء اپنے مسلکی اختلافات کو نظر انداز کر کے مقامات مقدسہ اور خلافت اسلامیہ کی حفاظت کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے یہاں تک کہ وہ علماء بدایوں بھی اس قافلہ میں شریک ہو گئے جواب تک مولوی احمد رضا خاں کی تکفیری مہم میں ان کے پورے ہم نوا رہے تھے۔ تو مولوی احمد رضا خاں نے تحریک خلافت میں

شریک ہونے والے ان تمام علماء کا نام ”فرقہ گاندھویہ“ رکھا اور اپنی عادت کے مطابق ان کے خلاف رسالوں اور اشتہاروں کی جنگ شروع کر دی اور اس جنگ میں اپنا خاص نشانہ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی اور علماء بدایوں کو بنایا۔

خاں صاحب کے بعد ان کی ذریت کا رویہ | خاں صاحب کا انتقال تو تحریک خلافت کے دورِ پہلی میں ہو گیا لیکن وہ اپنے

بعد اپنے اخلاف کی ایک خاص ٹولی چھوڑ گئے جس نے ان کے اس تکفیری کاروبار کو اسی طرح جاری رکھا۔ اگر کوئی صاحب اس رضا خانی بریلوی تکفیری فتنہ کے حدود اربعہ کو جانتا چاہیں تو اس کے لیے ان کو اس سلسلہ کی صرف ایک کتاب ”تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنہ“ کا مطالعہ کافی ہوگا۔ یہ کتاب ہمارے نزدیک خاں صاحب کے تکفیری مشن کا پورا آئینہ اور بریلوی فرقہ کا صحیفہ جامعہ ہے۔

خاں صاحب کے زمانہ میں ہندوستان کے حالات اور خاں صاحب کی انگریز دوستی

پورے ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا، مگر ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر آزادی وطن کیلئے جو آخری کوشش کی تھی وہ بھی ناکام ہو چکی تھی، لال قلعہ پر اسلامی پرچم کے بجائے یونین جیک لہرا رہا تھا، ایک ایک کر کے ہر اس شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، یا جلا وطن کر دیا گیا تھا جس نے آزادی وطن کے لیے تھوڑی بہت کوشش کی تھی، سیکڑوں علماء ہیں جنہوں نے دارورسن کی مظلومانہ موت کو لبیک کہا اور حجام شہادت نوش فرما کر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے تو ہندوستان کے طول و عرض پر عیسائی مسیح کے مذہب کا جھنڈا لہنے کے شوق میں عیسائی پادری سانپ بچھو کی طرح ظلمت کدہ ہند کے چپے چپے میں ریگنے لگے تھے، ۱۸۵۷ء میں ”لارڈ مین گلشن“ ممبر پارلیمنٹ برطانیہ

نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ :

”خدا نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ سلطنت ہندوستان انگلستان کے زیر نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کار کی تکمیل میں صرف کرنی چاہئے اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہئے۔“

یہ تھے ہندوستان کے حالات۔ ان حالات میں خاں صاحب بریلوی ”اعلام الاعلا“ بآئ ہندوستان دارالاسلام نامی کتابچہ لکھ کر اور ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے ہندوستان کو دارالاسلام بنانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے خاں صاحب خود اس کتابچہ کے ص ۱ پر لکھتے ہیں کہ :

”ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ بلکہ علماء ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے، ہرگز دارالحرب نہیں۔“

غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک طرف جا بر برطانیہ کے ساتھ جہاد کرنے والوں اور اس کے شدید ترین مخالفین کی بلا وجہ تکفیر کی جارہی ہے تو دوسری طرف اس وقت کے ہندوستان کو جس پر حکومت برطانیہ کا تسلط تھا جو اسلام کے ایک ایک حلقہ کو توڑنے کے درپے تھی۔ دارالاسلام ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے، ہر سمجھ دار آدمی اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اگر یہ انگریزوں کے اشارہ پر نہیں ہو رہا تھا تو کیا یہ انگریزوں کی دوستی سے کم تر کوئی چیز تھی ؟

خاں صاحب کا وصال | مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ۲۵ صفر ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۱ء دکن کر اڑتیس منٹ پر دارالعمل سے کوچ کر کے دارالجزا میں پہنچ گئے۔ اور شہر بریلی میں

اس میں کوئی شک نہیں کہ خاں صاحب
خاں صاحب کی تصانیف کا تعارف | کثیر التصانیف اور بڑے لکھاڑ قسم کے
 آدمی تھے مگر رضا خاں خاں صاحب کی تصانیف کی جتنی تعداد بیان کرتے ہیں وہ مبالغہ سے
 خالی نہیں ہے۔ چنانچہ آج تک نہ کسی سوانح نگار نے خاں صاحب کی جملہ تصانیف کا مکمل
 تعارف پیش کیا ہے، نہ خاں صاحب کی جملہ تصانیف جن کا سوانح نگار تذکرہ کرتے ہیں
 طبع ہوئی ہیں۔ اس لیے ذیل میں خاں صاحب کی طبع شدہ مشہور تصانیف کا مختصر تعارف
 پیش کیا جا رہا ہے۔

۱- العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة : یہ خاں صاحب کے دارالافتاء
 سے صادر ہونے والے فتاویٰ اور مسائل کا مجموعہ ہے، جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے
 اور یہ خاں صاحب کا سب سے بڑا تصنیفی کارنامہ ہے۔

۲- کثر الاحیاء فی ترجمة القرآن : یہ خاں صاحب کا ترجمہ کلام پاک ہے، جو
 عام طور پر دستیاب ہے اور اس کے حاشیہ پر مولوی نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر
 ”خزان العرفان فی تفسیر القرآن“ ہے۔

۳- احکام شریعت : اس میں مختلف مسائل ہیں اور تین حصوں پر مشتمل ہے۔

۴- عرفان شریعت : اس میں بھی مختلف مسائل ہیں اور چند حصوں پر مشتمل ہے۔

۵- فتاویٰ افریقیہ : یہ فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ اور اس کا پورا نام ”السینۃ الانیقہ فی فتاویٰ
 افریقیہ“ ہے۔

۶- ملفوظات : یہ خاں صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔

۷- وصایا شریف : اس میں خاں صاحب کے کچھ احوال اور ایک وصیت نامہ ہے۔

۸- حدائق بخشش : یہ خاں صاحب کے اشعار کا مجموعہ ہے اس کے کل تین حصے

ہیں۔ لیکن عام طور پر دو حصے دستیاب ہیں۔ تیسرا حصہ جس کو مولوی حشمت علی خاں کے چھوٹے بھائی مولوی محبوب علی خاں لکھنوی نے مرتب کرا کے نابھہ پریس نابھہ (پنجاب) سے شائع کیا ہے۔ وہ عام طور پر نہیں ملتا۔

۱۰۔ مقاماتِ رضا۔

۱۱۔ انوارِ رضا۔

۱۱۔ اذکارِ حبیبِ رضا، یہ تینوں خاں صاحب کے مقالوں کے مجموعے ہیں۔

۱۲۔ حسامِ الحرمین،

۱۳۔ المعتمد السند،

۱۳۔ فتاویٰ الحرمین برجفندۃ المین، ان تینوں کا تعارف پہلے گزر چکا ہے۔

۱۵۔ اہلک الوہابین علی قوہین قبور المسلمین، اس میں قدیم قبرستان کی جگہ

مکان تعمیر کرنے کا حکم بیان کرتے ہوئے وہابیوں کو خوب برا بھلا کہا گیا ہے۔

۱۶۔ سبلُ السیوف البندیۃ،

۱۶۔ الکوکبۃ الشہابیۃ، ان دونوں رسالوں میں ندوہ والوں اور حضرت مولانا شاہ

اسماعیل شہیدؒ کا کفر ثابت کیا گیا ہے۔

۱۸۔ سبلُ الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء، اس میں اولیاء کے نام پر جانور ذبح کرنے

کا حکم بیان کیا گیا ہے

۱۹۔ ابراہیم المقام فی استحسان قبلۃ الاجلال، اس میں قدیم بوسی وغیرہ کے مستحسن

ہونے کا بیان ہے۔

۲۰۔ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لبنی تہامہ، اس میں میلاد کے وقت قیام

کرنے کا ثبوت ہے۔

۲۱۔ اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد، اس میں بندوں کے باہمی حقوق

کا بیان ہے۔

۲۲۔ بذل الجائز علی الدعاء بعد صلوٰۃ الجنائز، اس میں نماز جنازہ کے بعد دعاء

کرنے کا ثبوت ہے۔

۱۲۳۔ شفاء الوالد فی صور المجیب و مزارہ و نعالہ ، اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نعلین

شریفین اور مقامات مقدسہ کے نقشے بنانا اور رکھنا جائز اور باعث برکت ہے۔

۱۲۴۔ لمعة الضعیفی فی اعفاء الحجی ، اس میں دارٹھی رکھنے کا وجوب اور منڈانے کی

حرمت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۱۲۵۔ منیر العین فی حکم تقبیل الایہامین ، اس میں اذان و اقامت کے وقت

انگوٹھے چومنے کا ثبوت ہے

۱۲۶۔ نہجہ السلامۃ فی تقبیل الایہامین فی الاقامۃ ، اس میں بھی انگوٹھے چومنے کا

ثبوت ہے۔

۱۲۷۔ النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقليد ، ملقب ”کاشف مکائد لاندہاں“

اس میں غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱۲۸۔ اتیان الارواح لدرارہم بعد الرواح ، اس میں روح کے پرواز کر جانے کے بعد

اپنے گھر آنے کا بیان ہے۔

۱۲۹۔ الحجۃ الفاعلۃ فی تطیب العین والفاطمۃ ، اس میں فاطمہؑ، تیماؑ اور چالیسواں وغیرہ

کا جواز ثابت کیا گیا ہے۔

۱۳۰۔ اعلام الاعلام بأن ہندوستان دارالاسلام ، اس میں حکومت برطانیہ کے زمانہ

میں ہندوستان کے دارالحجس ہونے کی نفی اور دارالاسلام ہونے کا اثبات ہے

۱۳۱۔ صفائح البیہین فی کون التصافح بکفی الیدین ، اس میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ

کرنے کا ثبوت اور غیر مقلدین کا رد ہے۔

۱۳۲۔ جلی الصوت لہنی الدعویۃ امام الموت ، اس میں میت کے گھر کھانا کھانے کو

ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔

۱۳۳۔ جمل النور فی ہنی النساء عن زیارۃ القبور ، اس میں عورتوں کے لیے زیارت قبور

کے لیے جانے کو ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔

۱۳۳- برکات الامداد لابل الاستمداد، اس میں اہل اللہ سے استعانت و استمداد کا جواز ثابت کیا گیا ہے۔

۱۳۵- سجن السجود عن عیب کذب مقبوح، ملقب ”دو صد تا زیادہ برفرق جہول زمانہ“ اس میں مسئلہ امرکان کذب کا ابطال ہے۔

۱۳۶- رسالہ تعزیه داری، اس میں تعزیه داری کی حرمت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۱۳۷- خالص الاعتقاد، اس میں ایک تمہید کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کیا گیا ہے اس کی تمہید کا نام ”رماح القہار علی کفر الکفار“ ہے۔

۱۳۸- ایذان الاحبر فی اذان القبر، اس میں دفن کے وقت قبر پر اذان دینے کا ثبوت ہے۔

۱۳۹- الانتباه فی حل نداء یا رسول اللہ، اس میں نعرہ رسالت کی حلت کو ثابت کیا گیا ہے۔

۱۴۰- الاامن والعصا، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختار کل ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔

۱۴۱- تمہید الایمان، اس میں اکابر علماء دیوبند کا کفر ثابت کیا گیا ہے۔

۱۴۲- الصمصام علی مثلک فی آیۃ علوم الارحام، اس میں علوم مافی الارحام کو خدا کی ذات کے ساتھ خاص ہونے کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔

۱۴۳- ختم النبوة، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا اثبات ہے۔

۱۴۴- اسود العقاب علی المسیح الکذاب، اس میں غلام احمد قادیانی کے کفر کو بچند وجوہ ثابت کیا گیا ہے۔

۱۴۵- الدولة المکیة بالسادة الغیبیة، اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کیا گیا ہے۔

۱۴۶- انباء المصطفیٰ، اس میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کو ثابت کیا گیا ہے۔

سلسلہ رضا خانیت کی اہم شخصیات کا تعارف

مولوی احمد رضا خاں کے تعارف کے بعد ان کے مکتب فکر کی ترویج

و تبلیغ میں ممتاز اور نمایاں کارنامے انجام دینے والوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ مولوی نعیم الدین مراد آبادی،

رضا خانیوں کے نزدیک خاں صاحب کے بعد سب سے ممتاز قائد اور رہبر مولوی نعیم الدین مراد آبادی ہیں جو خاں صاحب کے ہم عصر تھے۔ یہ بھی خاں صاحب کی طرح حامیاں توحید و سنت سے عداوت رکھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے خاں صاحب کی تائید میں چند کتابیں تحریر کر کے رضا خانیت کو خوب تقویت پہنچائی ہے۔ اسی لیے رضا خانی ان کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں اور صدر الافاضل کہتے ہیں۔ ان کی سب سے اہم تصنیف قرآن کریم کی وہ تفسیر ہے جو ”خزائن العرفان“ کے نام سے خاں صاحب کے ترجمہ ”کنز الایمان“ کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ دوسری تصنیف ”الطیب البیان“ ہے جو ”تقویۃ الایمان“ کے رد میں لکھی گئی ہے، تیسری ”الکلمۃ العلیا“ ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کو ثابت کیا گیا ہے اور ”فتاویٰ صدر الافاضل“ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ انھوں نے مراد آباد میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کا نام پہلے ”مدرسہ اہل السنۃ“ رکھا تھا پھر بدل کر ”جامعہ نعیمیہ“ کر دیا جو مراد آباد میں آج بھی موجود ہے۔ اس مدرسہ کے فضلاء اپنے آپ کو نعیمی لکھتے ہیں۔ ان کی ولادت ۱۲۸۳ء میں اور وفات ۱۳۴۸ء میں ہوئی ہے۔

۱۲۔ مولوی امجد علی اعظم گڑھی،

رضا خانیوں میں دوسرے ممتاز قائد مولوی امجد علی ہیں۔ یہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے اور مدرسہ حقیہ جون پور میں تعلیم حاصل کر کے ۱۳۳۲ء میں فارغ ہوئے۔ پھر بریلی میں ایک مدت قیام کر کے خاں صاحب کے خوب استفادہ کیا اور رضا خانیت کی تائید میں چند کتابیں لکھیں، ان کی سب سے اہم کتاب ”بہار شریعت“ ہے جو بہشتی زیور کے مقابلہ میں لکھی گئی ہے۔ اسی کارنامہ کی وجہ سے رضا خانی ان کو ”صدر الشریعہ“ کہتے ہیں۔ ان کی وفات بھی ۱۳۴۸ء مطابق ۱۳۶۸ء میں ہوئی ہے۔

۱۳۔ مولوی حسرت علی پسی بھیتی۔

تیسرے بے باک اور بد زبان لیڈر مولوی حسرت علی ہیں۔ ان کی پیدائش لکھنؤ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں حاصل کی۔ پھر بریلی آکر مولوی امجد علی سے بقیہ تعلیم حاصل کی، اور ۱۳۳۷ء میں فارغ ہو کر رضا خانیت کی ترویج میں منہمک ہو گئے، یہ بہت بد زبان اور فحش گو تھے۔ حامیان توحید و سنت کو بہت برا بھلا کہتے تھے اس لیے رضا خانی ان کو ”منظر اعسے“ حضرت ”اور ”غیظ المنافقین“ کہتے ہیں۔ بالآخر ان کی زبان میں کینسر ہو گیا جس نے ان کو ۱۳۳۷ء میں موت کے کھاٹا اتار دیا۔ اور پسی بھیت ”میں مدفون ہوئے۔ ان کی مشہور کتاب ”اصلاح ہستی دیور“ ہے، اور ”تجانب اہل السنۃ“ کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ درحقیقت ان ہی کی تصنیف ہے مگر مصلحتاً مولوی محمد طیب قادری کے نام سے شائع کی گئی ہے۔

۱۴۔ مفتی محمد یار خاں نعیمی بدایونی،

چوتھے ممتاز قائد مفتی احمد یار خاں ہیں۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کی پھر مولوی نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم کی تکمیل کی۔ اس لیے یہ اپنے آپ کو نعیمی لکھتے ہیں۔ انھوں نے رضا خانیت کی ترویج میں کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں:

۱۳۔ رحمت الہ بوسیلا اولیاء۔

۱۵۔ سلطنت مصطفیٰ۔

۱۶۔ فتاویٰ نعیمیہ۔

۱۱۔ علم العتران۔

۱۲۔ نور عسرفان۔

۱۳۔ جوار الحق وزہق الباطل۔

ان کی وفات ۱۹۷۷ء میں ہوئی ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حامیان توحید و سنت کے

رضا خانیت و بریلویت

خلافت جو مہم شہر بریلی سے شروع کی تھی، اس نے بعد میں ایک مستقل مکتب فکر کی صورت اختیار کر لی جس کو ”رضا خاں“ کی طرف منسوب کر کے ”رضا خانیت“ اور بریلی کی طرف منسوب کر کے ”بریلویت“ کہا جاتا ہے۔ اب رضا خانیت اور بریلویت ایک مستقل مکتب فکر کا نام ہے۔ جس کی بنیاد دو امروں پر ہے، ایک انبیاء و اولیاء کی عقیدت

و محبت میں حد سے زیادہ غلو کرنا۔ اور دوسرے رسوم و بدعات کو ضعیف اور کمزور حتیٰ کہ موقوف
احادیث کا سہارا لے کر جائز و مستحسن گردانا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس سے پہلے بھی دین سے ناواقف لوگ شرک آمیز عقائد
اور بدعات کی طرف مائل ہو گئے ہیں مگر جب مجددین ملت اور مصلحین امت نے ان کو راہ سنت
سے آگاہ کیا تو انہوں نے اس سے توبہ کر لی اور بدعت کو چھوڑ کر راہ سنت اختیار کر لی۔ کیونکہ
اس سے پہلے شرکیہ عقائد اور بدعات کو سند جواز نہیں دی گئی تھی۔ لیکن خاں صاحب اور
ان کے حامیوں کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شرکیہ عقائد اور بدعات کو سند جواز دیکر ہدایت
کی راہیں مسدود کر دیں۔ اب جاہل لوگ ان ہی خرافات و بدعات کو دین سمجھنے لگے ہیں اور
حامیان توحید و سنت کو نعوذ باللہ کافر و مرتد بلکہ کافروں سے بدتر خیال کرتے ہیں۔ اس لیے
علمائے دین کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ سنت و بدعت کی حدود و اربعہ کو اچھی طرح
سمجھیں اور لوگوں کو بتائیں کہ فلاں فلاں امور سنت ہیں اور فلاں فلاں چیزیں سنت کے
دائرے سے خارج ہیں۔ ان سے اجتناب کرنا نہایت ضروری ہے۔

رضا خانیت کی تردید میں کام کرنے والے حضرات | علماء دیوبند میں سے جن حضرات
نے رضا خانیت کی تردید میں

کام کیا ہے ان کی فہرست طویل ہے ان سب کا تعارف پیش کرنا دشوار ہے۔ اس لیے ذیل میں
مفسر ان حضرات کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں نمایاں اور اہم خدمات
انجام دی ہیں اور جن کا پوری امت مسلمہ پر عظیم احسان ہے۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ :

آپ قصبہ گنگوہ میں ۲۰ ذیقعدہ ۱۲۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گنگوہ ہی میں حاصل کی۔
اس کے بعد اپنے ناموں کے ہمراہ کرناٹ تشریف لے گئے ان سے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر مولوی
محمد بخش رامپوری سے صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۶۱ھ میں دہلی تشریف لے گئے اور حضرت
مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی رحمہ سے اکثر کتابیں اور بعض کتابیں مفتی صدر الدین آذرہ سے

پڑھیں، اور کتب حدیث شاہ عبدالغنی مجددی سے پڑھ کر ۱۲۶۴ھ میں فراغت حاصل کی، فرغت کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی سے بیعت ہو گئے، اور خلافت حاصل کی ۱۸۵۴ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف شامی میں جنگ کی، اس جرم میں چھ ماہ جیل میں رہے، رہائی کے بعد درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اور تادم حیات یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۱۲۹۴ھ میں جب حضرت نانوتوی قدس سرہ کا وصال ہو گیا تو آپ کو دارالعلوم دیوبند کا سرپرست منتخب کیا گیا۔ ۱۳۱۳ھ میں مظاہر علوم سہارنپور کے بھی سرپرست بنائے گئے۔ ۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ بروز جمعہ اذانِ جمعہ کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ اور گنگوہ میں ایک باغ میں آسودہ خواب ہیں۔

آپ ہی نے سب سے پہلے رائج الوقت بدعات و خرافات سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اور دین کو بدعات و خرافات سے نکھار کر اصلی شکل و صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا اس لیے آپ بلاشبہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد ہیں۔

آپ کی پیدائش ۱۲۶۸ھ میں بریلی میں ہوئی جہاں

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمہ

آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحب سرکاری محکمہ تعلیم سے وابستہ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا مہتاب علی صاحب رحمہ سے حاصل کی۔ قدوری اور شرح تہذیب وغیرہ کتابیں پڑھ رہے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا آپ اس میں داخل ہو گئے۔ دارالعلوم کے نصاب کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ سے حدیث کی کتابیں پڑھیں ۱۲۹۰ھ میں خود بانی دارالعلوم نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔ ۱۲۹۱ھ میں مدرس چہارم کی حیثیت سے دارالعلوم میں آپ کا تقرر ہوا جس سے تدریج ترقی کر کے ۱۳۰۵ھ میں صدارت کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ کے دور صدارت میں دارالعلوم کو عالم گیر شہرت حاصل ہوئی۔

۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہند نے ہندوستان سے برطانوی اقتدار کو ختم کرنے کے لیے ایک اسکیم تیار کی، اس سلسلہ میں ۱۳۳۳ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا، غالب پاشا اور ابو پاشا سے جو اس وقت ترکی کے وزیر جنگ تھے ملاقات کر کے بعض اہم امور طے فرمائے۔ آپ حجاز سے براہ

بنداد بلوچستان ہوتے ہوئے سرحد کے آزاد قبائل میں پہنچا چاہتے تھے کہ اچانک جنگ عظیم کے دوران شریف حسین والی بک نے آپ کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔ حضرت شیخ الہند کے ساتھ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اور مولانا عزیز گل صاحب رحمہ وغیرہ کو بھی گرفتار کیا گیا۔ انکو پہلے مصر، پھر مالٹا پہنچا دیا گیا۔ جنگ عظیم ختم ہونے پر آپ کو ہندوستان آنے کی اجازت ملی۔ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کو آپ بھی پہنچے۔ مالٹا سے واپسی کے بعد اگرچہ آپ کی صحت جواب دے چکی تھی اور قویٰ پیرانہ سالی کی وجہ سے نہایت ضعیف ہو چکے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے بڑی شدت کے ساتھ سیاسی کاموں میں حصہ لیا۔ طبیعت اس بارگراں کی متحمل نہ ہو سکی۔ جب حالت زیادہ تشویشناک ہو گئی تو بغرض علاج ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے یہاں دہلی لے جایا گیا۔ حکیم اجمل خاں بھی شریک علاج تھے، مگر وقت موعود آپہنچا تھا۔ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ کی صبح کو داعی اجل کو لبیک کہا، جنازہ دھلی سے دیوبند لایا گیا اور اگلے روز مزار قاسمی میں آپ کو دفن کیا گیا۔

آپ کی فرقہ باطلہ کی تردید میں متعدد کتابیں ہیں۔ رضا خانیت کی رد میں جہد المقل فی تنزیہ المعز والذل آپ کی مشہور کتاب ہے۔

آپ اپنے وطن انبیٹھ میں ۱۲۶۹ھ میں
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم انبیٹھ اور نانوتہ میں حاصل کی۔ ۱۲۸۵ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ چھ ماہ بعد مظاہر علوم سہارنپور چلے گئے۔ وہاں سے ۱۲۸۸ھ میں فارغ ہوئے۔ پھر ۱۲۸۹ھ میں دوبارہ دیوبند تشریف لائے اور فنون کی تکمیل فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند سے علوم و فنون کی تکمیل کے بعد مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس ہو گئے۔

۱۲۹۳ھ میں مولوی جمال الدین مدار الہام بھوپال کے اصرار پر آپ کو بھوپال بھیج دیا گیا مگر وہاں آپ کا دل نہ لگا اور چند ماہ کے بعد حج کے لیے چلے گئے۔ واپسی کے بعد حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی نے آپ کو بھاول پور بھیج دیا۔ ۱۲۹۶ھ میں آپ نے دوبارہ حج کا ارادہ فرمایا۔ اس موقع پر حضرت گنگوہی رحمہ نے جن سے آپ کو شرف بیعت حاصل تھا، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کو لکھا کہ مولوی غلام احمد حاضر خدمت ہو رہے ہیں، آپ ان کی حالت پر مطلع ہو کر مسرت و

ہوں گے۔ حضرت حاجی صاحب نے جب آپ کی باطنی حالت دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور سر سے دستار اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی۔ اور اسی کے ساتھ اپنی جانب سے تحریری خلافت عطا فرمائی۔ بعد میں اس اجازت نامہ پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے بھی دستخط فرمائے۔

حج سے واپسی کے بعد حضرت گنگوہی نے آپ کو مدرسہ مصباح العلوم بریلی کا صدر مدرس مقرر فرمایا۔ ۱۳۱۵ھ میں آپ دارالعلوم دیوبند مدرس ہو کر تشریف لائے ۱۳۱۶ھ میں یہاں سے بحیثیت صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے۔ ۱۳۲۵ھ میں آپ کو مظاہر علوم سہارنپور کا ناظم منتخب کیا گیا۔ ۱۳۲۲ھ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں آسودہ خواب ہیں۔

_____ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سب سے مشہور ابوداؤد شریف کی عربی شرح بذل المجہود ہے، اور رضا خانیہ کی تردید میں براہین قاطعہ اور المہند علی المغذ نہایت عمدہ کتابیں ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی | آپ اپنے وطن تھانہ بھون میں ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۸ھ

میں پیدا ہوئے۔ قرآن شریف حافظ حسین علی صاحب سے حفظ کیا، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے وطن میں حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی سے پڑھیں۔ ۱۲۹۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۲۹۹ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ تجوید و قرأت مکہ مکرمہ میں قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے پڑھی۔ شیخ الشافعی حضرت حاجی اسد اللہ صاحب مہاجر مکی سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی۔ اور حضرت گنگوہی نے آپ کی اصلاح فرمائی۔

۱۳۱۵ھ میں پہلے مدرسہ فیض عام کانپور میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ پھر جامع العلوم کانپور کی مسند صدارت کو زینت بخشی، ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے تھانہ بھون آگئے اور بیعت و ارشاد اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ ہزاروں علماء و صلحاء اور عوام و خواص آپ سے بیعت ہوئے سیکڑوں تصانیف اور مواظبات شائع ہوئے۔ اور بہت بڑی مخلوق نے آپ سے ہدایت پائی۔

۱۵ رجب ۱۳۶۲ھ کی شب میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور تختہ بھون میں اپنے ذاتی بارغ میں حسب وصیت تدفین عمل میں آئی۔ بدعات و خرافات اور رضا خانیت کی تردید میں آپ کے فتاویٰ اور بے شمار مواعظ موجود ہیں

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری | چاندپور ضلع بجنور آپ کا وطن تھا ۱۳۳۸ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ کامیاب استاذ اور مشہور واعظ تھے۔ مناظرہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ عرصہ دراز تک مدرسہ امدادیہ درمہنگہ، اور مراد آباد میں صدارت تدریس پر فائز رہے۔ دارالعلوم دیوبند میں نظامت تعلیم کے کچھ دنوں ذمہ دار رہے۔ اور تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ پھر اسفار کی کثرت کی وجہ سے آپ کو شعبہ تبلیغ کا ناظم بنا دیا گیا۔ ۱۳۵۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سبکدوش ہو کر درمہنگہ (بہار) چلے گئے، وہاں کافی دنوں تک صدارت تدریس پر فائز رہے۔ اخیر میں اپنے وطن میں قیام پذیر ہو گئے اور وہیں ۱۳۷۵ھ میں وفات پائی۔ آپ نے رضا خانیت کے رد میں متعدد رسائل ارقام فرمائے ہیں جو رسائل چاندپوری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ آٹھ ہزار کتابوں پر مشتمل تھا۔ جسے ان کے صاحبزادے نے دارالعلوم دیوبند میں منتقل کر دیا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد رضا مدنی | آپ کا وطن الہ آباد پور تھا ۱۳۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پرانے اسکول میں حاصل کرنے کے بعد بارہ سال کی عمر میں (۱۳۷۹ھ) آپ دیوبند تشریف لائے اور ابتدائی درجہ عربی داخلہ لیا ۱۳۸۶ھ میں دارالعلوم دیوبند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد والد بزرگوار کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ روانگی حجاز سے پہلے حضرت گنگوہی سے آپ بیعت ہو چکے تھے۔ حجاز پہنچ کر مسجد نبوی میں حید شریف کا کامیاب درس دیا۔ پھر شیخ الہند کے ساتھ گرفتار ہو کر مالٹا چلے گئے ۱۳۳۸ھ میں مالٹا سے ہندوستان واپس تشریف لائے۔ یہاں ملکی حالات کے پیش نظر سیاسی امور میں بھرپور

حصہ لیا۔ اور ملک کی آزادی کے لیے وہ سب کچھ کیا جو ایک محب وطن کو کرنا چاہئے۔ متعدد بار جیل جانا پڑا، اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے، جب تک ملک کو آزاد نہیں کر لیا۔ ملک و ملت نے آپ کو شیخ الاسلام کے نام سے یاد کیا۔

۱۳۳۶ء میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ کی علیحدگی کے بعد دارالعلوم دیوبند کی مسندِ صدارت پر فائز کیے گئے، اور آخر عمر تک اسی عہدہ پر قائم رہے۔ ۱۳ جادی الاولیٰ ۱۳۷۷ء میں وفات پائی۔ اور قبرستان قاسمی میں آسودہ خواب ہیں۔ آپ کے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں مرید ملک و بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں آپ کی متعدد تصانیف ہیں، رضا خانیت کے رد میں الشاہ الثاقب آپ کی نہایت عمدہ تصنیف ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی | آپ کا وطن سنبھل ہے وہیں ۱۸ سوال پہلے سنبھل میں اور کچھ دن مدرسہ عبدالرب دہلی میں حاصل کی، پھر دارالعلوم میں پڑھا آخر میں دارالعلوم دیوبند میں دو سال رہ کر ۱۳۳۵ء میں دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی فراغت کے بعد امر وہہ کے مدرسہ چلہ میں تین سال درس دیا۔ چار سال تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث رہے۔ ۱۳۵۲ء میں بریلی سے ”الفکرین“ کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا اور رضا خانیت کی خوب تردید کی۔ اس کے علاوہ رضا خانیوں سے آپ نے کئی کامیاب مناظر کیے اور رضا خانیت کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں۔ جن میں بوارق الغیب نہایت عمدہ کتاب ہے۔ آپ ۱۳۶۲ء میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔ پہلے آپ بڑی پابندی سے شوریٰ کے تمام اجلاسوں میں شرکت فرماتے تھے مگر اب چند سالوں سے پیرانہ سالی کی وجہ سے تشریف نہیں لارہے ہیں۔ آپ آج کل لکھنؤ میں مقیم ہیں اور الفرقان بجائے بریلی کے لکھنؤ سے شائع ہو رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر | آپ ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ پھر سیالکوٹ اور ملتان کے علماء سے استفادہ کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم

دیوبند شریف لائے اور ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۱ء میں حضرت مدنی قدس سرہ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ ۱۳۶۷ھ سے نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اور یقیناً حیات میں آپ نے رضا خانیت کے رد میں کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ بلکہ آپ کی زیادہ تر تصنیفات اسی موضوع پر ہیں اور بہت عام فہم ہیں۔

رضا خانیت کے رد میں اہم کتابیں

رضا خانیت کی رد میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے اہم کتابوں کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ طلبہ اس سے استفادہ کریں۔

۱۱۔ براہین قاطعہ : یہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی تصنیف ہے اور ”انوار سامعہ“ کی رد میں لکھی گئی ہے۔ اس میں پہلے بدعت کی تعریف پھر بدعات مروجہ کی تردید کی گئی ہے۔

۱۲۔ المہند علی المقتد : یہ بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی تصنیف ہے اس میں علماء حرمین شریفین کے ۲۶ سوالوں کے جوابات ہیں۔

۱۳۔ تنشیط الاذان : یہ بھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی تصنیف ہے اس میں اذان خطبہ مسجد کے اندر پڑھنے کا ثبوت ہے۔

۱۴۔ جہد المقل : یہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبند کی تصنیف ہے اس میں عموم قدرت باری تعالیٰ کو ثابت کیا گیا ہے، یعنی امکان کذب اور امکان تطیر کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔

۱۵۔ الشہاب الثاقب : یہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ کی تالیف ہے۔ حسام الحرمین میں مولوی احمد رضا خاں نے اکابر علماء دیوبند کی طرف جن کفریہ عقائد کی نسبت کی تھی ان کی تردید کی گئی ہے۔ اور اکابر کی ان عبارتوں کا مطلب بیان کیا گیا ہے جن سے خاں صاحب نے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔

- ۱۶۔ السحاب المدرار: یہ حضرت مولانا رفیع حسن صاحب چاند پوری کا رسالہ ہے۔ اس میں حفظ الایمان، براہین قاطعہ، اور تحذیر الناس کی ان عبارتوں کی تشریح و توضیح کی گئی ہے جن کو کاٹ چھانٹ کر خاں صاحب نے اکابر علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ لکایا تھا۔
- ۱۷۔ الجنة لاهل السنة: یہ مفتی عبدالغنی صاحب صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی کی تصنیف ہے۔ اور رضا خانیت کے رد میں بہت مفصل اور عمدہ کتاب ہے۔
- ۱۸۔ بوارق الغیب: یہ مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کی تصنیف ہے۔ اور علم غیب کے مسئلہ پر لا جواب کتاب ہے۔
- ۱۹۔ ازالة الريب: یہ مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دامت فیوضہم کی تصنیف ہے اور علم غیب کے مسئلہ پر بہت مفصل کتاب ہے۔
- ۲۰۔ راہ سنت: یہ بھی مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر کی تصنیف ہے۔ اس میں تمام بدعات مروّجہ کی تردید کی گئی ہے۔
- ۲۱۔ اختلاف امت اور صراط مستقیم: کا وہ حصہ جو دیوبندی، بریلوی اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا ہے یہ رضا خانیت کے رد میں بہترین عام فہم کتاب ہے۔